اخبار اُمت

تیونس: کیا جمہوریت قتل ہوجائے گی؟

عبدالغفار عزیز

تحریک نہضت تیونس کے سربراہ الشیخ راشد الغنوشی دارالحکومت کے اہم میدان 'قصبہ' میں ملین مارچ سے خطاب کررہے تھے۔ جیسے ہی انھوں نے کہا کہ: ''ہاں، اپوزیشن کو ہماری حکومت گرانے کا پورا حق حاصل ہے'' تو چند لمحے کی حیرت کے بعد پورا مجمع نعروں سے گونج اُٹھا۔ شور تھما تو انھوں نے اپنا جملہ دہراتے ہوئے کہا: ''ہاں، اپوزیشن کو ہماری حکومت گرانے کا پورا حق حاصل ہے لیکن دیکھو قرآن کیا فرماتا ہے۔ قرآن کہتا ہے: وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا (البقرہ ۱۸۹:۲) ''گھروں میں ان کے دروازوں کے راستے آیا کرو''۔ حکومت میں آنے کا دروازہ، انتخابات ہیں۔ ہم نے طویل جدوجہد اور لاتعداد قربانیوں کے بعد جابر ڈکٹیٹر سے نجات حاصل کی۔ پھر انتخابات میں عوام نے ہم پر اظہار اعتماد کیا۔ اب بھی اگر کوئی تبدیلی چاہتا ہے، تو انتخابات ہی راستہ ہے۔ تیونسی عوام اب دوبارہ کسی مہم جو کو امن و آزادی کی یہ راہ کھوٹی نہیں کرنے دیں گے۔ مجمع ایک بار پھر پُرجوش نعروں سے گونج اٹھا۔

مصر میں جمہوریت پر فوجی ڈاکا زنی کے بعد اب تیونس میں بھی اپوزیشن کو ہلہ شیری دی جارہی ہے۔ عرب سرمایہ، مغربی سرپرستی میں سازشیں اور مار دھاڑ پر مبنی تحریک ایک ایسے وقت حکومت گرانے کی کوششیں کررہی ہے کہ جب ٹھیک دو سال قبل (۲۲/اکتوبر ۲۰۱۱ء) کو منتخب ہونے والی دستور ساز اسمبلی کی مدت ختم ہونے میں چند ماہ رہ گئے ہیں۔ یاد رہے کہ تیونسی عوام کو ۵۴ سالہ ڈکٹیٹرشپ سے جنوری ۲۰۱۱ء میں نجات حاصل ہوئی تھی۔ اکتوبر ۲۰۱۱ء کو دستور ساز اسمبلی

کے انتخابات میں اسلامی تحریک 'تحریک نہضت' سب سے بڑی پارٹی کی حیثیت سے منتخب ہوئی۔ اسے ۲۱۷ کے ایوان میں ۸۹ نشستیں حاصل ہوئیں۔ دوسرے نمبر پر آنے والی بائیں بازو کی پارٹی 'حزب المؤتمر' کو ۲۹، ایک تیسری پارٹی کو ۲۶ اور چوتھے نمبر پر آنے والی 'حزب التکتل' کو ۲۰ نشستیں ملیں۔ تحریک نہضت نے تنہا حکومت بنانے کے بجاے ایک قومی حکومت تشکیل دینے کی کوشش کی۔ اس میں کامیابی نہ ہونے پر بائیں بازو سے تعلق رکھنے والے جلاوطن رہنما منصف المرزوقی کی 'حزب المؤتمر' اور چوتھے نمبر پر آنے والی پارٹی کے ساتھ مل کر مخلوط حکومت تشکیل پائی۔ المرزوقی کو صدر مملکت اور التکتل کے سربراہ مصطفی بن جعفر کو اسپیکر بنا دیا گیا۔ دستور ساز اسمبلی نے دستور وضع کرنا، اور حکومت نے کرپشن کے خاتمے اور عوامی مسائل حل کرنے کی کچھ نہ کچھ مساعی شروع کردیں۔ لیکن مصر کی طرح یہاں بھی اندرونی اور بیرونی خفیہ ہاتھوں نے مستقل اور مسلسل بحران کھڑے کیے۔ اب، جب کہ اسمبلی کی مدت میں تقریباً چھے ماہ کا عرصہ رہ گیا ہے، اور دستور کی ایک آدھ شق کے علاوہ باقی سب پر اتفاق راے ہوگیا ہے، اپوزیشن نے وہ تمام ہتھکنڈے آزمانا شروع کردیے ہیں، جن کا نتیجہ تباہی اور خوں ریزی کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔

چند ماہ پہلے بائیں بازو کے ایک اپوزیشن لیڈر شکری بلعید کو قتل کرکے احتجاج کی آگ بھڑکا دی گئی۔ حکومت نے مذاکرات کیے۔ اپوزیشن کے مطالبات مانتے ہوئے اپنے وزیراعظم، وزراے داخلہ، خارجہ اور انصاف کو تبدیل کردیا۔ عوام کو اُمید ہوئی کہ بحران ختم ہوا، اب حکومت اصل کام پر توجہ دے سکے گی۔ آگ قدرے ٹھنڈی ہونے لگی تو ۲۵ جولائی کو ایک اور اپوزیشن لیڈر، رکن اسمبلی محمد البراہمی کو قتل کردیا گیا۔ ساتھ ہی تقریباً ۶۰؍ارکان پر مشتمل اپوزیشن نے اسمبلی کا بائیکاٹ کرتے ہوئے، اسمبلی کی عمارت کے باہر دھرنا دے دیا۔ ۲۱ سے ۲۴؍اگست تک بھرپور عوامی احتجاج کی کال دی گئی۔ مطالبہ پھر یہی تھا کہ حکومت ختم کی جائے اور اسمبلی کالعدم قرار دی جائے۔ کچھ افراد ملک کی انتظامی عدالت میں بھی چلے گئے کہ جس طرح مصر کی دستوری عدالت نے اسمبلی توڑی تھی، یہاں بھی توڑ دی جائے۔

تحریک نہضت اور حکومت نے صبر و حکمت سے کام لیتے ہوئے اپوزیشن کو پھر سے مذاکرات کی دعوت دی، اور یہ تجویز پیش کی کہ ملک میں جمہوریت کا سفر جاری رکھنے کے لیے

اگر اپوزیشن چاہے تو اس کے مطالبات پر عوامی ریفرنڈم کروالیا جائے۔ لیکن بدقسمتی سے اپوزیشن نے انکار کردیا۔ شاید اس لیے کہ اسے عوام میں اپنی حیثیت بخوبی معلوم ہے؟ وہ چاہتی ہے کہ ریفرنڈم یا منصفانہ عام انتخابات کے بجاے مار دھاڑ، خون خرابے، ٹارگٹ کلنگ، نام نہاد عدالتوں، اندرونی خفیہ ہاتھوں اور بیرونی آقاؤں کے سرمایے اور سرپرستی کے ذریعے منتخب حکومت ختم کردی جائے۔ پھر عبوری حکومت کے ذریعے اپنی مرضی کے انتخابات کروائے جائیں۔ اس تناظر میں آیندہ چند ہفتے، تیونس کے مستقبل کا فیصلہ کرنے میں بہت اہم کردار ادا کریں گے۔

اس نازک موڑ پر تحریک نہضت نے ایک بار پھر مذاکرات کا ڈول ڈالا۔ یہ تک تسلیم کرلیا کہ اگر حکومت گرانا ہی چاہتے ہو تو ہم خود حکومت چھوڑ دیتے ہیں۔ تمام پارٹیاں مل کر عبوری قومی حکومت تشکیل دے لیں، قومی الیکشن کمیشن تشکیل دے دیں اور فوری طور پر عام انتخابات کروالیں۔ حالیہ مذاکرات میں ایک طرف تحریک نہضت کی قیادت میں حکمران اتحاد ہے اور دوسری طرف مزدوروں اور حقوق انسانی کے نام پر قائم چار این جی اوز ہیں۔ بن علی کی باقیات اور بیرونی آقا انھی غیرسرکاری تنظیموں پر تکیہ کیے ہوئے ہیں۔ بدقسمتی سے ابھی تک ان عرب ممالک میں سیاسی جماعتیں مضبوط و منظم نہیں ہوسکیں۔ تیونس میں سیاسی جماعتیں بنانے کی آزادی دی جاچکی ہے لیکن سیاسی جماعتوں کی تشکیل مضحکہ خیز صورت اختیار کرچکی ہے۔ تقریباً اڑھائی سال کے عرصے میں ۱۴۰ سیاسی جماعتیں رجسٹرڈ ہوئیں۔ ان میں سے کوئی بھی حقیقی عوامی تائید نہیں رکھتی۔ میدان میں اگر کوئی حقیقی قوت باقی ہے، تو اللہ کی توفیق سے وہی اسلامی تحریکیں ہیں جنھیں نصف صدی تک کچلنے کی کوشش کی جاتی رہی۔ اپوزیشن نے مذاکرات کی میز پر تو حکومت سے اتفاق کرلیا۔ لیکن پھر اپنے اندرونی اختلافات کے باعث تاحال قومی حکومت اور قومی الیکشن کمیشن تشکیل نہیں دے سکیں۔ تحریک نہضت نے بھی اعلان کردیا ہے کہ حکومت ایک امانت ہے کسی اندرونی یا بیرونی دباؤ پر، مستقبل کا واضح نقشۂ کار طے کیے بغیر ملک کو مزید بحرانوں کا شکار نہیں ہونے دیں گے۔ ہاں، اگر امانت سنبھالنے کا متبادل انتظام ہوجائے، تو حکومت میں ایک دن زیادہ نہیں رہنا چاہیں گے۔

سازشی عناصر اب بھی باز نہیں آئے، ایک بار پھر خوں ریزی کا سہارا لے رہے ہیں۔ پہلے

ایک چوکی پر حملہ کرکے چھے فوجی شہید کردیے گئے، پھر پولیس کے دو سپاہی شہید کردیے گئے۔ عیدالاضحیٰ کے بعد قتل ہونے والے ان پولیس والوں کی نماز جنازہ ادا کرنے کے لیے صدرمملکت، وزیراعظم اور اسپیکر، یعنی حکومت کے تینوں ستون پولیس ہیڈکوارٹر پہنچے، لیکن ان کے خلاف مسلسل ۲۰ منٹ تک نعرہ بازی کرکے انھیں نماز جنازہ ادا کرنے سے روک دیا گیا۔ البتہ وزیر داخلہ نماز میں بھی شریک رہا اور تدفین میں بھی۔ واضح رہے کہ یہ وہی وزیر داخلہ ہیں جو شکری بلعید کے قتل کے بعد ہونے والے مظاہروں کے نتیجے میں لائے گئے تھے (نہ جانے اکثر مسلمان ممالک میں وزراے داخلہ پر ایک بڑا سوالیہ نشان کیوں لگ جاتا ہے)۔ ماحول میں ابھی ان دو سپاہیوں اور اس کے بعد پیدا ہونے والی صورت حال کی حدت باقی تھی، اسی دوران حکومت اپوزیشن مذاکرات بھی چل رہے تھے، ۲۳ اکتوبر کی شام وزیراعظم علی العریض ان مذاکرات کے نتائج کا اعلان کرنے کے لیے پریس کانفرنس کرنے والے تھے کہ ہر طرف بریکنگ نیوز چلنے لگی: 'سیدی بوزیذ میں چھے مزید پولیس والے قتل کردیے گئے۔ 'سیدی بوزیذ' ہی وہ قصبہ ہے جہاں بوعزیزی نامی نوجوان پر پولیس تشدد کے خلاف احتجاج ہوا، جو بعدازاں پوری عرب بہار کا نقطۂ آغاز بن گیا تھا۔ یہ سب قتل و غارت تحریکِ نہضت کی حکومت کو ناکام بنانے اور گرانے کے لیے کی جارہی ہے۔ قاتلوں نے ثابت کرنا ہے کہ اسلامی تحریک ناکام ہوگئی ہے۔ حکومت چلانا اس کے بس کی بات نہیں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ صدر مرسی ہوں یا تیونسی حکومت، دونوں پر کسی طرح کے جرم کا الزام نہیں ہے۔ دونوں جمہوریت کا دوام و استحکام چاہتے ہیں۔ دونوں نے ملک میں کرپشن کے خاتمے اور تعمیر و ترقی کا آغاز کیا۔ دونوں نے خواتین اور اقلیتوں کو ان کا اعلیٰ مقام عطا کیا۔ تیونس میں تو ۴۹ خواتین ارکانِ پارلیمنٹ میں سے ۴۳ کا تعلق تحریکِ نہضت سے ہے۔ دونوں نے ترجیحات کا درست تعین کرتے ہوئے جبروتشدد پر مشتمل پالیسیاں اپنانے کے بجاے اصلاح و سدھار کے دُور رس اقدامات پر توجہ دی۔ ایسا دستور اور قوانین وضع کیے کہ جن پر عمل درآمد از خود ملک و قوم کو خوش حالی اور دوجہاں کی کامیابی سے ہم کنار کردیتا۔ اب یہی اخلاص و عمل ان کا قصور ثابت کیا جا رہا ہے۔ خود قتل و غارت اور فتنہ و فساد کے مرتکب ان پر ناکام و مفلوج ہونے کا الزام تھونپ رہے ہیں۔

مصر ہو یا تیونس، لیکن مخالفین کے یہ اوچھے ہتھکنڈے انھی پر اُلٹ رہے ہیں۔ مصر میں بھی تمام تر سروے رپورٹس بتا رہی ہیں کہ حکومت کے خاتمے کے بعد اخوان کی مقبولیت میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ مغربی اور صہیونی اخبارات تک بھی اعتراف کر رہے ہیں کہ فوجی انقلاب ناکام ہوگیا۔ ہزاروں بے گناہ قتل کردیے جانے کے باوجود فوج مخالف مظاہرین کی تعداد مسلسل بڑھ رہی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ خونی جنرل سیسی کا تشخص سنوارنے اور اس کا اقتدار بچانے کے لیے ابلاغیاتی جنگ عروج پر ہے۔ جنرل سیسی کو صدارتی اُمیدوار بنانے کی مہم شروع کردی گئی ہے۔ نعرہ لگایا جارہا ہے: كَمِّلْ جَمِيلَكْ، ''اپنی حسن کارکردگی مکمل کیجیے''، گویا شہریوں کا قتل کوئی احسان ہے۔ لیکن عوام نے اپنے لہجے میں جواب دیا ہے: اَلسِّيسِي بِيُهَبِّس، عَايِزْ يِبْقَى رَيِّس، ''سیسی پاگل پن کا شکار ہوگیا، صدر بننے کا خواب دیکھ رہا ہے''۔ عوام ہی نہیں بیرونی دنیا سے بھی صدر مرسی کی تائید کے نئے زاویے سامنے آرہے ہیں۔ برازیل کی خاتون صدر ڈیلما روزیف نے انکشاف کیا ہے کہ مصر اور برازیل کے مابین ایسے کئی اہم ترین معاہدے طے پاچکے تھے کہ جن سے دونوں ملک اور ان کے عوام بے پناہ فوائد حاصل کرسکتے تھے۔ مصر اور برازیل ترکی کے تعاون سے کئی بڑے زرعی اور صنعتی منصوبوں کا آغاز کرنے والے تھے جن میں جدید ترین طیارے اور متوسط طبقے کے لیے گاڑیاں بنانے کے منصوبے بھی شامل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ برازیل آج بھی صدر مرسی ہی کو مصر کا اصل اور حقیقی سربراہ قرار دیتا ہے۔ اس نے ۲۰۱۴ء میں برازیل میں ہونے والے فٹ بال ورلڈکپ کا افتتاح کرنے کی دعوت بھی حال ہی میں صدر محمد مرسی کے نام بھیجی ہے، جنرل سیسی یا اس کے کسی گماشتے کے نام نہیں۔

مصر میں فوجی انقلاب کا سامنا کرنے والی فقید المثال عوامی تحریک نے تیونس میں تبدیلی کی خواہاں طاقتوں کو بھی پریشان کردیا ہے۔ اس لیے بظاہر یہ لگتا ہے کہ وہ وہاں فی الحال مصر جیسے کسی ایسے فوجی انقلاب کا خطرہ مول نہیں لیں گی، جسے عوام مسترد کردیں اور تیونس بھی مصر کی طرح مسلسل انتشار کا شکار ہوجائے۔ تیونس میں کسی انتشار اور اسلامی تحریک کی قیادت میں عوامی احتجاجی تحریک سے یورپ بھی خوف زدہ ہے۔ کیونکہ بحیرۂ روم کے دوسرے کنارے پر واقع تمام یورپی ممالک، شمال مغربی افریقہ میں پیدا ہونے والی اضطراب کی ہر لہر سے براہِ راست متاثر ہوتے ہیں۔

یہاں یہ امر بھی پیش نظر رہے کہ اگرچہ تیونس کی ڈکٹیٹرشپ مصری فرعونوں سے بھی بدتر تھی، لیکن وہاں کے عوام اور فوج مصری عوام اور فوج سے قدرے مختلف ہے۔ مصر میں ہمیشہ فوج ہی برسرِ اقتدار رہی ہے، جب کہ تیونس میں فوج نے کبھی بھی اقتدار نہیں سنبھالا۔ مصری عوام میں تعلیم کا تناسب ۷۱ فی صد ہے اور ان میں سختی کا رجحان نسبتاً زیادہ پایا جاتا ہے۔ تیونس میں تعلیم کا تناسب ۸۱ فی صد ہے اور عوام مجموعی طور پر مہذب اور شائستہ ہیں۔ مصر اور تیونس میں ایک اہم بنیادی فرق ان کا جغرافیائی محل وقوع بھی ہے۔ سرزمین فلسطین پر قابض صہیونی ریاست کا پڑوسی ہونا کسی خوفناک عذاب سے کم نہیں ہے۔ ناجائز صہیونی ریاست کے بانیوں نے اپنی خارجہ اور دفاعی پالیسی کی بنیاد ہی پڑوسی ممالک کو اپنا دست نگر اور کمزور رکھنا قرار دیا تھا۔ مشرق وسطیٰ کے کسی بھی ملک کا مستحکم اور مضبوط ہونا صہیونی ریاست میں خطرات کی گھنٹیاں بجا دیتا ہے۔

جنرل سیسی کے بدترین خونی انقلاب پر بغلیں بجانے والے صہیونی ذمہ داران، اخوان کی کامیابی کے پہلے روز ہی سے یہ جان چکے تھے کہ یہ بے نفس لوگ مصر کو ایک ناقابل شکست فلاحی ریاست بنادیں گے۔ اس لیے انھوں نے کئی ممالک کے ساتھ مل کر مصر سے جمہوریت کے خاتمے کی جدوجہد شروع کردی۔ لیکن مصر میں جاری شان دار عوامی تحریک کے بعد، اسلام مخالف عناصر دوہری پریشانی کا شکار ہوگئے ہیں۔ اگر اسلامی تحریکیں برسرِ اقتدار رہتی ہیں تو اس سے مسلم ممالک بھی مضبوط و مستحکم ہوتے ہیں اور اسلامی تحریکیں بھی۔ اور اگر عوام کی منتخب کردہ حکومتیں گرانے کے لیے مصر والا راستہ اختیار کرتے ہیں تو یہ کارگر ثابت نہیں ہورہا۔ اسلام مخالف عناصر کے لیے مثالی صورت حال تو مصر جیسا خونی فوجی انقلاب، یا بشار جیسے درندے کے ہاتھوں ملک وقوم کی تباہی و بربادی ہی ہے، لیکن وہ ان تمام ہتھکنڈوں کے کڑوے پھل چکھ کر بدمزا بھی ہوچکے ہیں۔ یہ سازشی عناصر اپنی فتنہ جوئی تو کرتے ہی رہیں گے، لیکن حقائق کو بھی نظرانداز نہیں کرسکیں گے۔

عین ممکن ہے کہ تیونس میں تحریک نہضت کی حکومت آیندہ چند ہفتوں میں ختم ہوجائے، لیکن بالآخر وہاں بھی انتخابات ہونا ہیں۔ منصفانہ انتخابات جب بھی ہوئے وہاں ایک مستحکم اور خداخوف حکومت قائم ہونے کے امکانات روشن تر ہوں گے ان شاء اللہ۔ آیئے معروف امریکی دانش ور نوم چومسکی کے الفاظ بھی پڑھ لیجیے، انھوں نے یہ گفتگو امریکا کی کیلیفورنیا یونی ورسٹی میں

ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کی: ''اب تمام تر حالات و واقعات کا رخ ایک ہی جانب ہے اور وہ ہے مصر میں ایک جائز اور منتخب حکومت کی واپسی۔ صدر مرسی کی واپسی ایک طے شدہ حقیقت ہے۔ اب تمام تر کوششوں اور مذاکرات کا اصل محور یہ ہے کہ قتل عام کرنے والے جرنیلوں میں سے کس کس کو اور کیسے بچایا جاسکتا ہے۔ مجھے میرے ذمہ دار امریکی دوست طعنہ دیتے ہیں کہ تم مرسی کو پسند کرتے ہو۔ میں جواب دیتا ہوں، ہاں میں ایک منتخب صدر کو پسند کرتا ہوں جس کے دامن پر کرپشن کا کوئی ادنیٰ سا داغ بھی نہیں۔ میں اخوانی نہیں ہوں بلکہ میں تو مسلمان بھی نہیں ہوں لیکن مجھے ان لوگوں سے نفرت ہے جن کے قول و فعل میں تضاد ہو۔ مجھے جنرل سیسی کے حامی اور معروف مصری صحافی حسنین ہیکل کا فون آیا کہ میں کس طرح اتنے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ صدر مرسی واپس آئیں گے؟ میں نے کہا کہ اخوان کو وزارت عظمیٰ تک کی پیش کش تو آپ لوگ اب بھی کررہے ہیں، جسے وہ مسترد کرتے ہوئے میدان میں ڈٹے ہوئے ہیں۔ پھر اس کے بعد کون سا عہدہ رہ جاتا ہے؟ میری نظر میں اس وقت مصر میں صدارت کا عہدہ خالی ہے اور ایک حقیقی منتخب صدر کی واپسی تک خالی رہے گا، خواہ فوج ہزاروں نہیں لاکھوں شہریوں کو بھی قتل کر ڈالے۔ میں اس سے پہلے بھی کئی اُمور کے بارے میں اپنی رائے دے چکا ہوں، جو الحمدللہ درست ثابت ہوئی۔ اب میں اسی ہال میں کہ جس میں صدر مرسی خود پڑھاتے رہے ہیں، کہہ رہا ہوں کہ مصری صدر محمد مرسی ایک لیڈر کی حیثیت سے واپس آئے گا اور مصر پہلے سے زیادہ مضبوط اور طاقت ور ملک کی حیثیت سے اُبھرے گا۔ ۱۰ کروڑ آبادی کا ملک بچانے کے لیے، رابعہ میدان میں دی جانے والی اخوان کی قربانیاں، عوام کی طرف سے ادا کی جانے والی آزادی کی قیمت ہے۔ عوام کی یہ تحریک بہرصورت کامیاب ہوگی اور اگر میری یہ بات غلط ثابت ہوئی تو آپ مجھ سے میری اس بات کا حساب لے سکتے ہیں''۔

مصر کے بارے میں، امریکی دانش ور کا تازہ خطاب پڑھتے ہوئے جرأت مند اور انصاف پسند تحریک نہضت کا ترانہ پوری قوت سے کانوں میں گونج رہا ہے، کہ جسے سب کارکنان ب آواز بلند پڑھتے ہیں تو ہوائیں اور فضائیں بھی دم سادھ کر ہمہ تن گوش ہوجاتی ہیں:

فِی حِمَاکَ رَبَّنَا فِی سَبِیْلِ دِیْنِنَا

لَا یَرُوعُنَا الْفَنَا فَـتَوَلَّ نَـصْرَنَا

وَاهْدِنَا اِلَى السَّنَنْ

تیری پناہ میں اے ہمارے پروردگار، تیرے دین کی خاطر نکلے ہیں۔ ہمیں فنا کا کوئی خوف نہیں، تو ہماری نصرت کا ذمہ لے لے۔ ہمیں راہ (فتوحات) دکھا۔